QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

"اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قیدیوں کے سماجی حقوق کا تحقیقی جائزہ"

"A RESEARCH-BASED STUDY OF THE SOCIAL RIGHTS OF PRISONERS IN THE LIGHT OF ISLAMIC TEACHINGS"

Meraj ud Din
Lecturer Islamic Studies Government College of Management Sciences Wana
.South Waziristan Lower KP
merajuddinmuhammad@gmail.com
Dr. Muhammad Dawood Khan
Lecturer Deportment of Islamic Studies Bacha Khan university charsadda
Muhammaddawookhan749@gmail.com

Abstract

This study examines the concept of the social rights of prisoners in Islam, highlighting the Islamic legal and ethical framework that safeguards the dignity and welfare of individuals deprived of liberty. It argues that imprisonment in Islam is not intended as a means of revenge or humiliation but as a corrective and rehabilitative measure aimed at reforming offenders and reintegrating them into society. The study explores the rights of prisoners to humane treatment, adequate food, clothing, healthcare, family contact, education, vocational training, legal representation, religious practice, recreation, communication with society, and access to appropriate media within the limits of public interest and prison discipline. It also discusses the juristic perspectives on prisoners' marital rights, emphasizing the diversity of opinions among classical Islamic jurists. Furthermore, the study examines the ethical principles governing prison administration, including the separation of prisoners according to age, gender, and the nature of their crimes to prevent moral corruption and ensure effective rehabilitation. Drawing upon the Qur'an, the Sunnah, classical Islamic jurisprudence, and relevant contemporary legal principles, the paper demonstrates that Islamic law recognizes prisoners as bearers of fundamental human rights despite their conviction. It concludes that the Islamic model of imprisonment seeks to balance justice with compassion by protecting human dignity while promoting moral reform, social responsibility, and successful reintegration into the community.

Keywords: Prisoners' Rights, Social Rights in Islam, Islamic Criminal Justice, Human, Dignity, Prison Reform, Rehabilitation of Offenders, Human Rights in Islam.

اسلام میں قیدیوں کے سماجی حقوق کا تصور اس انقلابی اصول پر مبنی ہے کہ جرم انسان کے فعل سے صادر ہوتا ہے، لیکن اس کی وجہ سے اس کی بنیادی انسانیت اور مٹھی بھر فطری حقوق سلب نہیں کیے جاسکتے۔ اسلامی شریعت نے چودہ سو سال قبل ایک ایسے دور میں قیدیوں کے حقوق کا جامع چارٹر پیش کیا جب دنیا بھر میں اسیرانِ جنگ اور مجرموں کو محض جانوروں کی طرح رکھا جاتا تھا۔ اسلام قید خانے کو انتقام یا تذلیل کی جگہ نہیں، بلکہ ایک اصلاح گاہ قرار دیتا ہے جہاں مجرم کی اخلاقی اور سماجی تربیت کر کے اسے دوبارہ معاشرے کا ایک کارآمد شہری بنایا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی احکامات اور اسوۂ رسول ﷺ میں قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کو ایمان کی نشانی اور کارِ ثواب ٹھہرایا گیا ہے۔

ریاست اسلامیہ میں قیدیوں کے سماجی حقوق کا آغاز ان کے انسانی وقار کے تحفظ سے ہوتا ہے۔ اسلام کسی بھی قیدی کو ذہنی یا جسمانی تشدد کا نشانہ بنانے، اسے بھوکا رکھنے یا اس کی تحقیر کرنے کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ قیدیوں کو مناسب اور صحت بخش خوراک، صاف لباس اور علاج معالجے کی سہولیات فراہم کرنا حکومت وقت کی اولین شرعی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے بارے میں صحابہ کو ہدایت فرمائی تھی کہ ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا جائے، جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے خود کھجوریں کھائیں اور قیدیوں کو پیٹ بھر کر روٹی کھلائی۔ یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام سزا کے دورانیہ میں بھی قیدی کی بنیادی حیاتیاتی اور سماجی ضروریات کا پورا احترام کرتا ہے۔

ایک اور اہم ترین سماجی حق قیدی کا اپنے خاندان اور برادری سے تعلق برقرار رکھنا ہے۔ اسلام قیدی کو معاشرے سے بالکل کاٹ دینے کے حق میں نہیں ہے، کیونکہ تنہائی انسان کو مزید مجرمانہ ذہنیت کی طرف دھکیلتی ہے۔ قیدی کو اپنے اہل خانہ، بیوی بچوں اور رشتہ داروں سے باقاعدگی سے ملاقات کی اجازت ہونی چاہیے تاکہ اس کے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

خاندانی روابط قائم رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ، اگر قیدی اپنے گھر کا واحد کفیل ہو، تو اس کی قید کے دوران اس کے معصوم اہل خانہ کو بھوک اور سماجی بے راہ روی سے بچانے کے لیے بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے، تاکہ جرم کی سزا پورے خاندان کو نہ بھگتنی پڑے۔

تعلیم اور صلاحیتوں کا تعمیری استعمال اسلامی نظامِ قید کا ایک اور شاندار پہلو ہے۔ اس کی بہترین مثال تاریخِ اسلام میں اس وقت ملتی ہے جب بدر کے پڑھے لکھے قیدیوں کا فدیہ یہ طے کیا گیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ اس سے یہ واضح اصول سامنے آتا ہے کہ قیدیوں کی ذہنی اور علمی تربیت کر کے انہیں تعمیری کاموں میں مصروف رکھا جائے تاکہ وہ احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اسلام کا سماجی فلسفہ قیدی کو ایک بیمار انسان کے طور پر دیکھتا ہے جس کا علاج ہمدردی، عدل اور اصلاح کے ذریعے ممکن ہے۔ سزا کا مقصد صرف قانون کی بالادستی قائم کرنا ہے، قیدی کی انسانیت کو پامال کرنا نہیں، تاکہ جب وہ قید سے رہا ہو تو نفرت کے بجائے توبہ اور ندامت کے ساتھ معاشرے کا ایک معزز اور پرامن حصہ بن سکے.

اسلام میں قیدیوں کے سماجی حقوق:

اسلامی شریعت میں انسان کو برائیوں سے روکنے، جرائم پیشہ افراد کو ڈانٹنے اورز جر وتوبیخ کے لیے ضرور تاً قید وبند کی اجازت دی گئی ہے۔ بظاہر یہ قید وبند انسان کے حقوق کے خلاف دکھائی دیتا ہے مگر بعض اوقات اس کی اصلاح وتربیت اور اسے مزید برائیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے قید وبند ضروری ہو جاتا ہے۔ لہذا اس ضرورت کے پیش نظر شریعت میں اس کی جازت دی گئی ہے۔ لیکن کسی قیدی کو قید میں رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ساتھ ہر قسم ناجائز سلوک روا کیا جائے، اور اسے انسانی حقوق سے محروم رکھا جائے۔ مثلاً سماجی حقوق جیسے، ملاقات، فون پر بات کرنا، عزیز واقارب سے ملنا، یا اخلاقی حقوق وغیرہ۔ الغرض جرم کتنا سخت ہی کیوں نہ ہو اور مجرم کی سزا عمر قید یا سزائے موت ہی کیوں نہ ہو پھر بھی ان کے انسانی حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ تمام انسانوں سے زیادہ ان قیدیوں کی نگرانی اور اصلاح ضروری ہے تو غلط نہ ہو گا کیونکہ ان کے غلط اعمال کی وجہ سے ہی وہ قید وبند کے مستحق ہوئے۔

وہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں: "احترام انسانیت ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اسلام نے ہر وقت ہر جگہ اس کی پاسداری کی ہے، اس لیے کسی کی بے عزتی کرنا یا اس کے خون اور عزت کو مباح سمجھنا جائز نہیں ہے، چاہے کوئی بھی نیکی کرنے والا ہو یا برائی کرنے والا، مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ کیونکہ سزا کا اصل مقصد اصلاح اور تنبیہ ہے نہ کہ صرف توہین، شرعا بھی برا بھلا کہنا اور استہزاء کرنا، گالی دینا روا نہیں ہے، جیسا کہ کسی کا مثلہ کرنا زندگی کی حالت میں یا مرنے کے بعد جائز نہیں ہے، اگرچہ دشمنوں کے ساتھ جنگ کے دوران ہو یا اس کے بعد ہو، اور بھوکا پیاسا رکھنا بھی حرام ہے اور کسی مجرم کے ساتھ لوٹ کھسوٹ کا معاملہ کرنا بھی ناجائز ہے" حکومت پر قیدیوں کا حق ہے، کہ ان کو غذاء، لباس، مناسب رہائش فراہم کرے، اور ہر ایسی سزا سے پرہیز کرے جس میں غیر انسانی سلوک کیا جا رہا ہو، اور ان کے صحت کی حفاظت کا خیال ان کے اصول اور انسانی حقوق کے مطابق رکھا جائے[1]

عام حالات میں قیدیوں کے سماجی حقوق:

قیدیوں کو عام حالات میں اخبارات پڑھنے، ریڈیو سننے، تعلیم وہنر سیکھنے، احباب واقارب سے بقدر ضرورت رابطہ رکھنے اور دوسرے قیدیوں سے ملنے کی اجازت دی جاسکتی ہے، قید خانہ میں تعلیم وتعلم اور ہنر سیکھنے کی اجازت دی جاسکتی ہے در مختار میں ہے: ولا يمكن أحد أن يدخل عليه للاستئناس إلا أقاربه وجيرانه لاحتياجه إلى المشاورة، ولا يمكثون عنده طويلا، أي بحيث يحصل له الاستئناس بهم، بل بقدر ما يحصل به المقصود من المشاورة[2] **ترجمہ:** "کسی کو یہ اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ اس کے پاس دل بہلانے کے لیے جائے، مگر صرف اس کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو آنے دیا جائے، کیونکہ وہ ان کے ساتھ مشورے کے لیے محتاج ہے، لیکن وہ بھی زیادہ دیر تک اس کے پاس نہیں ٹھہریں گے، اتنا زیادہ کہ وہ ان سے دل بہلانا حاصل کرے، بلکہ اتنی دیر تک ٹھہریں گے کہ مشورہ کا مقصد حاصل ہو جائے"۔

رہا تعلیم وتعلم کا تعلق تو خود بعض صحابہ کرامؓ نے بدر کے قیدیوں سے خط وکتابت سیکھی تھی، لیکن اگر ان عام سماجی حقوق میں تسامح سے جرائم کی شدت کے لحاظ سے قید کے مقاصد کے خلاف ہو، یعنی جرائم پیشہ افراد کو وحشت کا احساس ہو اور وہ جرائم سے باز رہیں، کا فائدہ نہیں دے رہا ہو، تو انہیں عام سماجی حقوق سے محروم کیا جا سکتا ہے۔ امام

---

https://ur.wikipedia.or) ON,2016.10.02۔[1]

[2]۔ ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ج5، ص377

سرخسی[3]لکھتے ہیں: ولهذا قالوا ينبغي أن يحبس في موضع خشن لا يتبسط له في فراش ولا وطاء ولا أحد يدخل عليه ليستأنس ليضجر قلبه بذلك.[4]ترجمہ:" اسی وجہ سے فقہاء نے کہا ہے کہ مجرم کو کھردری جگہ میں رکھا جائے، اسے نرم آرام دہ بستر نہ دیا جائے اور نہ اس کے پاس کوئی ایسا آدمی جائے، جس سے وہ دل بہلانا حاصل کرے، تاکہ اس سے اس کے دل میں اکتاہٹ پیدا ہو"۔

بعض شوافع کہتے ہیں، کہ اگر کسی وجہ سے حاکم وقت بعض قیدیوں کے لیے اس کو خلاف مصلحت سمجھے تو ان عام سماجی حقوق پر پابندی عائد کر سکتا ہے[5] جیسے حاکم کو جازت ہے کہ کسی خاص مجرم کو اس کے جرم کے پس منظر میں قید تنہائی کی سزا دے، جہاں اس کو کسی سے ملنے کی اجازت نہ ہو۔ فقہاء نے اس کی بھی صراحت کی ہے[6] حبس شرعی کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کو تنگ و تاریک جگہ میں بند رکھا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملزم کو اس کے ذاتی تصرفات سے منع کیا جائے، اس لیے جو چیزیں ذاتی تصرفات کے قسم میں سے ہوں ان سے تو منع کیا جاسکتا ہے، مثلا کوئی تجارتی کاروبار وغیرہ لیکن وہ ضروریات جو خالص انسانی ہوں یا مذہبی یا سماجی ہو جب تک فساد پیدا نہ کرے اور شریعت کے نصوص سے ٹکراؤنہ ہو اور قید کے مقصود کے خلاف نہ ہو تو ان کی اجازت دی جائے گی[7]

سماجی حقوق میں اخبارات اور ریڈیو کی اجازت:

اگر کسی قیدی کو قید میں رکھنے کا مقصد صرف اور صرف نظر بند کرنا اور عام لوگوں سے علیحدہ یا دور رکھنا ہو تو ایسی صورت میں قیدیوں کو اخبارات اور ریڈیو کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ اگر قید میں رکھنے سے کسی حق کی وصولی کے لیے اس پر دباؤڈالنا ہو تو ایسی صورت میں اس قسم کی سہولت فراہم نہ کی جائے۔ صاحب فتح القدیر نے قیدیوں کو بعض سہولیات نہ دینے کا دلیل یہ پیش کیا ہے: ليضجر قلبه فيسارع للقضاء[8]ترجمہ: تاکہ اس کے دل میں اکتاہٹ پیدا ہو، پس وہ ادا کرنے میں جلدی کرے گا"۔

ابن الہامؒ لکھتے ہیں کہ قیدی کو رشتہ داروں کے ساتھ ملنے اور بات چیت کرنے کی اجازت ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے سمجھانے اور مشورے سے راہ راست پر آجائے لیکن یہ ملاقات مختصر وقت کے لیے ہوگی، اگر فتنہ وفساد کا خطرہ نہ ہو تو دوسرے سے ملاقات میں بھی کوئی حرج نہیں[9] اگرچہ بعض معاصر علماء نے کہا ہے کہ اخبارات پڑھنے اور ریڈیو سننے سے روکا جائے گا۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ امور حوائج ضروریہ میں سے نہیں ہیں۔ ان حضرات کا خیال ہے کہ قید کا مقصد یہ ہے کہ قیدی کے دل میں بے چینی اور اکتاہٹ پیدا ہو اور ہر وقت اسے قید میں یہ احساس ہو کہ وہ قیدی ہے اور یہ احساس اس کو ستائے، اس لیے اخبار، ریڈیو اور ٹیلیفون جیسے سہولیات سے قید کا اصل مقصد ختم ہو جائے گا، اپنی دلیل کی تقویت کے لیے تبیین الحقائق شرح کنزالد قائق کی یہ عبارت پیش کی ہے: صفة الحبس أن يكون في موضع ليس فيه فراش، ولا وطاء، ولا يخلى أحد يدخل عليه ليستأنس به.[10]ترجمہ:"قید کی تعریف یہ ہے کہ ایسی جگہ میں رکھا جائے جس میں نہ نرم آرام دہ بستر ہو اور نہ اس کے پاس کوئی ایسا آدمی جائے گا، جس سے وہ دل بہلانا حاصل کرے"۔ البتہ تعلیم اور ہنر سیکھنے میں اگر قید خانہ کے مصالح میں کوئی فرق نہ پڑ رہا ہو تو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے[11] جب کہ بعض دوسرے معاصر علماء اس کے رد میں کہتے ہیں کہ قید کا اصل مقصد انسان کی آزادی کو مقید کرنا ہے، قید میں تمام سہولیات

3۔ تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ، ج2، ص44۔

4۔ سرخسی، المبسوط، ج20، ص90

5۔ شئون الاسلامیۃ، وزارۃ الاوقاف، الکویت، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ،، ج16، ص324

6۔ ایضا، ج16، ص319

7۔ فتاوی ہندیہ، ج3، ص416

8۔ ابن الہام، فتح القدیر، ج7، ص278

9۔ اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا، قیدیوں کے حقوق، ص586، 595

10۔ زیلعی، تبیین الحقائق شرح کنزالد قائق، ج4، ص182

11۔ اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا، قیدیوں کے حقوق، ص75

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

فراہم کرنے کے باوجود قید خانہ سے باہر آزاد زندگی سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا، اور قید کی تکلیف اپنی جگہ بر قرار رہتی ہے، اس لیے ریڈیو، اخبارات اور ٹیلیفون کے استعمال سے قید کا مقصد ختم نہیں ہوتا، جس طرح علم اور ہنر سے روکنا مناسب نہیں، اسی طرح ذرائع ابلاغ بھی علم کے حصول کا ذریعہ ہے[12] اور یہ بھی کہ قید میں پڑے لوگ معاشرے کا حصہ ہیں انہیں اپنی سزا کاٹنے کے بعد واپس معاشرے میں ہی آنا ہوتا ہے، اس لیے معاشرے کے حالات سے باخبر رہنا اور دوست واحباب سے ملاقات اور فون پر بات کرنے سے انہیں محروم نہیں رکھنا چاہیے۔ یہ حق ان کو حاصل ہے، البتہ حساس جرائم پیشہ افراد کی ٹیلیفون اور گفتگو ریکارڈ کی جاسکتی ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ معاشرے کے لیے فائدے کی جگہ نقصان پہنچادے[13] چونکہ عالمی قانونی دستاویزوں میں قیدیوں کو یہ حق دیا گیا ہے، تاکہ ایک قیدی کا باہر دنیا سے رابطہ اور تعلق باقی رہے، بلاوجہ قیدیوں کو اس جیسے حقوق سے محروم نہیں رکھنا چاہئے[14] قیدیوں کو یہ حقوق حاصل ہونی چاہئے کیونکہ یہ حقوق شریعت اسلامی کے نظریہ کے مخالف نہیں ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا: استوصوا به مخیرا[15] جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیدی ہر طرح کے خیر کے مستحق ہیں۔

قیدیوں کو رابطہ کی اجازت:

قدیم فقہاء نے اس بات کی تائید کی ہے کہ قیدیوں کو آپس میں ملنے اور رابطہ کرنے کی اجازت ہوگی اور قید سے باہر معاشرے کے ساتھ روابط رکھنے سے منع نہیں کیا جائے گا، کیونکہ قید میں رکھنے کا اصل مقصد روزمرہ کاموں اور تصرفات کے لیے نکلنے سے اس کو روکنا اور منع کرنا ہے۔ یہ بذات خود ایک سزا ہے، کہ وہ آزادی سے محروم ہے اور فقہاء کے اس رائے کی تائید عالمی معاہدات سے بھی ہوتا ہے.[16] قیدیوں کو اپنے دوستوں سے بات کرنے اور سلام کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا، ہاں اگر ان کو رہائی کا چال سکھانے کا خوف ہو تو منع کیا جاسکتا ہے[17]

مقدمات کے لیے قیدی کی وکیل سے رابطہ کی اجازت:

قیدی کو اپنے مقدمات کے سلسلے میں وکیل سے رابطہ اور صفائی پیش کرنے کا مکمل حق حاصل ہے۔ اس لیے کہ حراست کا مقصد تحقیق حال ہے، اگر قیدی کو اپنے معاملہ میں رابطہ اور بیان صفائی کا اختیار نہ دیا جائے تو حقیقت حال کیسے واضح ہو سکتی ہے۔ بلکہ اگر قیدی پر کچھ دوسرے اور مقدمات بھی ہوں تو ان کے لیے بھی خود یا بذریعہ وکیل عدالتی کارروائی کے لیے اس کو نکلنے کی اجازت دی جائے گی، صرف اتنی دیر کہ زیرِ بحث مقدمہ کی اس سے متعلق کارروائی مکمل ہو جائے[18]

قید خانہ کے اندر دینی شعائر میں شرکت اور تفریح کی اجازت:

قیدیوں کو قید خانہ کے اندر دینی شعائر سے منع نہیں کیا جائے گا، مثال کے طور پر نماز باجماعت، جمعہ، عیدین کی نماز وغیرہ بشرطیکہ یہ قید خانہ کے اندر ادا کی جارہی ہو[19] فقہاء شافعیہؒ کے مطابق قیدی کو قید خانہ کے اندر گھومنے پھرنے سے منع نہیں کیا جاسکتا، تاکہ وہ بھی تازہ ہوا سے لطف اندوز ہو سکے، تو یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ قید خانہ کے اندر قیدی پارک، سبزہ زار وغیرہ میں تفریح کے لیے جاسکتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر جج اس سے منع کرنے میں اس کی تادیب اور اصلاح دیکھتا ہے، تو ایسی صورت میں اس کو تفریح سے منع کر سکتا ہے[20] بعض علمانے یہ بھی کہا ہے کہ وہ قید کے اندر اپنے لیے کھانا پکانے اور خود تیار کرنے کی مجاز ہے، یہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قیدی لوگ قید خانہ کے اندر صحن میں گھوم پھیر سکتے ہیں اور یہ اس صورت میں کہ باہر سے سودا لانے کے لیے کوئی دوسرا وکیل بنائیں، اس

12۔ ایضا، ص630

13۔ اسلامی فقہ اکیڈمی، قیدیوں کے حقوق، ص624

14۔ ایضا۔۔۔۔ ص635

15۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ج22، ص393

16۔ کاسانی، بدائع الصنائع ج7، ص174

17۔ سرخسی، المبسوط، ج20، ص90

18۔ رحمانی، قاموس الفقہ، ج4، ص194

19۔ دردیر، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، ج3، ص405، 408، 411

20۔ رملی، حاشیۃ علی اسنی المطالب للانصاری، ج2، ص189

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

کے ذریعے سامان منگوائیں۔[21] فقہاء کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت نے قیدیوں کے حقوق کا کتنا خیال رکھا ہے، خصوصاً قیدیوں کے آپس میں ملنے، بات چیت کرنے اور قید کے اندر تفریح کے حوالے سے۔ یہ تمام مراعات ایک قیدی کی مختلف قسم امراض خواہ وہ نفسی ہو، عقلی ہو یا جسمانی ہو سے حفاظت کے لیے دی گئی ہیں تا کہ قیدی اپنے جسم کو متحرک رکھ سکے اور وہ اپنے کاموں اور اپنی سالم اعضاء پر مطمئن ہو کر اس نعمت کا احساس کر سکیں اور اسی کے ساتھ ساتھ ان کی فکر بھی صحیح رہے۔ اسی طرح قید خانہ کے اندر مختلف قسم کے پرامن پروگرامز میں شرکت کرے اور سماجی سرگرمیوں میں حصہ لے سکے۔ جس طرح یوسفؑ نے قید خانہ کے اندر قیدیوں کا خیال رکھا۔ ان میں سے کوئی مریض ہوتا تو ان کی عیادت کرتے کوئی کسی مدد کے لیے محتاج ہوتا، تو ان کی اعانت کرتے اور قیدیوں کے درمیان چکر لگاتے، ان کو رہائی کا خوشخبری سناتے، تسلی دلاتے اور صبر کی تلقین فرماتے۔ قیدیوں نے بھی اس بات کو محسوس کو کیا تھا کہ آپؑ برگزیدہ بندوں میں سے ہیں[22] عالمی معاہدات کی رو سے بھی قیدیوں کے ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن یہ سب کچھ نگرانی کے تحت ہو گا اور یہ بھی لازم قرار دیا گیا ہے کہ ہر روز قیدی کم از کم ایک گھنٹہ تازہ ہوا میں گزارے گا۔ تاریک کوٹھڑیوں میں رکھنا ممنوع ہو گا۔ اسی طرح قیدی کو قید میں ہر قسم کے دینی امور اور معاشرتی امور میں شرکت کی اجازت ہو گی[23] عالمی معاہدات شریعت کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔ کیونکہ شریعت بھی انہی امور کا مطالبہ کرتا ہے جو بین الاقوامی قانون نے طے کیا ہے۔

قید سے باہر لوگوں سے رابطہ:

قدیم زمانے میں بہت سے اقوام کے خیال میں قید کو انتہائی قبیح اور سخت جگہ تصور کیا جاتا تھا۔ اس دور کے قیدیوں کو اکثر اوقات باہر کی دنیا سے رابطہ کا موقع نہیں دیا جاتا تھا[24] شریعت اسلامی نے قیدی کے باہر لوگوں سے رابطے کی ایسے اصول و قواعد وضع کیے جن سے وہ یہ محسوس کرے گا کہ وہ ہمیشہ سے معاشرے کا ایک رکن ہے اور معاشرے نے اس کی رکنیت ختم نہیں کی بلکہ شریعت نے انہیں اصلاح اور احساس مسؤولیت کی طرف لے جانا ضروری قرار دیا ہے۔ روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ[25] نے اپنے گورنر کو ایک خارجی شخص کے متعلق لکھا تھا کہ اس کو قید میں رکھو اور اس کی اولاد کو اس کے قریب رکھو تا کہ وہ ان کو دیکھ کر اپنی غلط رائے سے توبہ کرے[26] یحیٰ بن خالد البرمکی کی بیٹی آپ کے پاس قید خانہ میں آتی اور اپنے کاموں کے بارے میں اس کے ساتھ مشورہ کرتی تھی[27] اسی طرح ابن تیمیہؒ[28] کو جب قید کیا گیا تو لوگ آپ کی ملاقات کے لیے آتے اور فتوی پوچھتے[29]۔

قیدیوں کو خط و کتابت، ترسیل اور ذرائع ابلاغ کی اجازت:

شریعت کے امور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قیدی اپنے اہل خانہ اور اپنے نیک سیرت دوستوں کو خط و کتابت سے منع نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ان وسائل میں سے ہیں جو رشتہ داری، دوستی اور قرابت داری کا ربط مضبوط بنا دیتی ہے اور معاشرتی فروغ کا شعور برقرار رکھتی ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ ابن تیمیہؒ قید خانہ سے اپنی والدہ، بھائیوں اور دوستوں کو خطوط بھیجتے تھے[30]

21۔ ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج4، ص115

22۔ طبری، جامع البیان فی تأویل القرآن، ج12، ص128

23۔ مجموعہ قواعد الحد الادنی لمعاملۃ المسجونین، شق9، 21، 31، 32، 41، 42

24۔ ابو غدہ، احکام السجن و معاملۃ السجناء فی الاسلام، ص47

25۔ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج5، ص114

26۔ صنعانی، ج10، ص118

27۔ جہشیاری، الوزار والکتاب، ص245

28۔ الزرکلی، الأعلام، ج1، ص144

29۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج14، ص48

30۔ العبدۃ، رسائل ابن تیمیۃ من السجن، ص17

اگر قاضی قیدی کی مختلف کتب اور بامقصود صحائف سے واقفیت میں مصلحت دیکھے، تاکہ قیدی اہم خبروں اور مفید معلومات سے واقف رہیں، ان کو ثقافتی پروگرامز مہیا کرنے سے قیدی راہ راست کی طرف آتا ہے، تو قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے پروگرام مہیا کرے، اس طرح، ریڈیو سننا، ٹی وی دیکھنا اور اس جیسے دوسرے وسائل جو قیدی کی اصل مقصود میں ممد ثابت ہو، کی اجازت دینی چاہیے بشرطیکہ ایسے پروگرام پیش کیے جارہے ہو جن کے ذریعے قیدی کی راہ راست کی طرف راہنمائی ہو سکے[31]

ذرائع ابلاغ شریعت کی روشنی میں:

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اس کے احکامات ایک فرد کی عائلی زندگی سے لیکر، سماجی اور سیاسی وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اسلام انسانی زندگی کے ہر شعبے کے لیے راہ نما اصول اور قوانین وضع کرتا ہے۔ ایک مثالی اسلامی ریاست میں عقیدے اور مذہب کی آزادی کے ساتھ فکر و نظر کی بھی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے، فکر و عمل کی آزادی اور اظہارِ رائے کی آزادی کا باب صحافت اور ذرائع ابلاغ کی آزادی کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا[32] صحافت اور ذرائع ابلاغ یا میڈیا فکر و نظر کی آزادی کا نام ہے جس میں صحافی اور رپورٹر سامعین اور قارئین کو اپنی فکر و نظر سے کام لے کر ایسا سچا اور بامقصد مواد دیتا ہے، جس کو وہ صحیح اور معتبر تصور کرتا ہے۔

اسلام چونکہ تاقیامت ایک مکمل نظام حیات ہے اس لیے اس میں صحافت اور ذرائع ابلاغ کے حوالے سے بھی اصول اور قوانین موجود ہیں، اسلام میں میڈیا کی اہمیت اور ذرائع ابلاغ کو انسانی زندگی میں جو اہم مقام حاصل ہے، اس کا اندازہ ان آیتوں کا مطالعہ اور ان کے مقاصد میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے جن سے اسلام کی طرف بلانے کے اہم پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔ دین کی دعوت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن إن ربك هو أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بالمهتدين[33] **ترجمہ:** "اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کر کے دعوت دو، اور اگر بحث کی نوبت آئے تو ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔ یقیناً تمہارا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں، اور ان سے بھی خوب واقف ہے جو راہ راست پر قائم ہیں"۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دعوت دین کے لیے ابلاغ میں حکمت اور ایسا اسلوب اپنانے کا حکم دیا جس کے اثرات لوگ عقلی اور منطقی سمجھ کر دین کی طرف آجائے۔

مسلمان صرف اپنے اعمال و افعال کی اصلاح پر اکتفاء نہ کریں بلکہ اپنے ساتھ دوسرے بھائیوں کی اصلاح کی فکر بھی کریں۔ اس سے اسلام کا واضح پیغام ابلاغ ملتا ہے۔ قرآن میں امت مسلمۃ کو حکم ہوا کہ: ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير[34] **ترجمہ:** "اور تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جس کے افراد لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائیں"۔ اور یہ حکم اس لیے دیا کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إنما المؤمنون إخوة[35] **ترجمہ:** "حقیقت تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں"۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بے شمار احادیث میں ابلاغ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلغوا عني ولو آية[36] ترجمہ: "میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ! اگرچہ ایک ہی آیت ہو"۔

اسلام کے اس عالمگیر پیغام کے ابلاغ و ترسیل کا امت مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے اور موجودہ دور میں اس دعوت کو پوری دنیا تک پہنچانے میں سائنس و ٹیکنالوجی کے بغیر ممکن نہیں بلکہ یہ ایک آسان اور فائدہ مند ذریعہ ہے۔

31۔ ابو غدہ، احکام السجن و معاملۃ السجناء فی الاسلام، ص 381-386

32۔ نیازی، اسلام کا قانون صحافت

33۔ سورۃ النحل: 125

34۔ سورۃ آل عمران: 104

35۔ سورۃ الحجرت: 10

36۔ صحیح بخاری، ج 6، ص 3

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

اسلامی نظریہ ابلاغ کسی انسان کی اپنی طرف سے گڑھا ہوا عقلی نتیجہ نہیں بلکہ وہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ومستنبط ہے۔ انسان کی فطری آزادی سے لے کر ذرائعِ ابلاغ کی آزادی تک کا سارا نظام عمل انہی اسلامی احکامات وہدایات پر مبنی ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں جہاں ذرائع ابلاغ کو اظہار رائے کی آزادی دی گئی ہے، وہاں اس کو بہت سی اخلاقی شرائط اور سماجی ومعاشرتی قوانین کا پابند بھی بنایا گیا ہے، تاکہ دیگر اسلامی نظریات کی طرح یہاں بھی توازن واعتدال برقرار رہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں نہ توانسانوں کی آزادی کو مکمل طور پر سلب کیا گیا ہے اور نہ ہی اسے کھلم کھلا آزادی دی گئی ہے کہ فرد کی آزادی کے پردے میں دوسرے انسانوں کی آزادی پر انگشت نمائی کی جائے اور ان کی نجی زندگی میں بھی مداخلت کی جائے۔ اگر اظہار کی آزادی کی آڑ میں ذرائع ابلاغ کے اس سرکش گھوڑے کو بے لگام چھوڑ دیا جائے، تو یہ ایمانیات کے ساتھ انسانوں کی اخلاقیات کو بھی پیروں تلے روند کر رکھ دے گا[37]۔ لہٰذا ذرائع ابلاغ صرف ایسی معلومات کی اشاعت کریں، جن سے سامعین اور قارئین کے اندر نیکی اور تقویٰ کا عنصر پیدا ہو۔ جب ذرائع ابلاغ کے مثبت پہلو کے نتیجے میں نیکی اور تقوی پیدا ہوتا ہو، تو ایک قیدی جو ان چیزوں سے عاری ہوتا ہے بطریقہ اولی اس کا مستحق ہے کہ ذرائع ابلاغ قید کے اندر اسکو میسر ہو۔ اور اسی کے ذریعے اس کے اندر تبدیلی لائی جائے تاکہ وہ معاشرے کو ایک مصلح لوٹے نہ کہ مفلوج۔

قیدی اور حق زوجیت:

اس کائنات کی تخلیق اس بنیاد پر کی گئی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ باقی پوری کائنات زوجیت کے اصول پر مبنی ہے، اللہ تعالیٰ کی ہر جگہ یہ سنت ہے کہ ہر چیز میں خواہ انسان ہو یا حیوان، جمادات ہو یا نباتات جوڑے پیدا کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ومن كل شيء خلقنا زوجين لعلكم تذكرون[38] **ترجمہ:** "اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو"۔

انسان کے زوجیت کے بارے میں قرآن میں ہے: وما خلق الذكر والأنثى[39] **ترجمہ:** "اور اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا"۔ اسی طرح جانوروں میں زوجیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وأنزل لكم من الأنعام ثمانية أزواج[40] **ترجمہ:** "اور تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ جوڑے پیدا کیے"۔ جمادات کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے: ألم تر أن الله يزجي سحابا ثم يؤلف بينه ثم يجعله ركاما[41] **ترجمہ:** "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ بادلوں کو ہنکاتا ہے، پھر ان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے، پھر انہیں تہہ بر تہہ گھٹا میں تبدیل کر دیتا ہے"۔

یہی وہ فطرت ہے جو اللہ تعالیٰ نے جمادات، نباتات، حیوانات اور انسان میں ودیعت کی ہے۔ انسان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قانون الٰہی سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کرے کیونکہ زندگی کی پائیداری اور ارتقاء اسی صورت مین ممکن ہے جب آدمی کا عورت کے ساتھ شرعی تعلق قائم ہو۔ اسلام نے مرد وعورت کے تعلق کو معاشرتی قدر کے طور پر قانونی واخلاقی تحفظ دے کر نکاح موسوم کیا ہے قرآن وحدیث میں معاشرتی پاکیزگی کی فضاء قائم کرنے کے لیے عفت وعصمت کی بنیاد بنا کر مرد وعورت کے جنسی تعلق کو قانونی شکل دینے کی اصل وجہ جنسی آسودگی کے ساتھ، حفاظت نسب اور زندگی کے تسلسل کو باقی رکھنا ہے۔

اس لیے اسلام نے شادی کرنے اور اس میں رغبت پیدا کرنے کی طرف دعوت دی ہے اور اس کو نسل انسانی کی بقاء کے لیے فطری سنت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وأنكحوا الأيامى منكم والصالحين من عبادكم وإمائكم[42] **ترجمہ:** "تم میں سے جن مردوں یا عورتوں کا اس وقت نکاح نہ ہو، ان کا بھی نکاح کراؤ، اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نکاح کے قابل ہو"۔ اس آیت کریمہ میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے: فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى

---

[37]۔ زینی، اسلامی صحافت

[38]۔ سورۃ الذریات: 49

[39]۔ سورۃ اللیل: 3

[40]۔ سورۃ الزمر: 6

[41]۔ سورۃ النور: 43

[42]۔ سورۃ النور: 32

وثلاث ورباع فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة[43] **ترجمہ:**"دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرلو جو تمہیں پسند آئیں، دودو سے، تین تین سے، اور چار چار سے، ہاں اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم ان بیویوں کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو"۔

آپ ﷺ نے نوجوانوں کو شادی کرنے پر برانگیختہ کرتے ہوئے فرمایا: من استطاع الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء[44] **ترجمہ:**"اگر کوئی صاحب طاقت ہو تو اسے نکاح کرلینا چاہیے کیونکہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اور کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ اس کی شہوت کو ختم کر دیتا ہے"۔ بلکہ ایک مقام پر آپ ﷺ نے شادی کو نصف دین کی تکمیل قرار دیا ارشاد ہے: إذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين فليتق الله في النصف الباقي[45] **ترجمہ:**"جب کوئی بندہ مسلمان شادی کرتا ہے تو اس نے اپنے نصف دین کو مکمل کرلیا۔ پس باقی نصف کے بارے میں وہ اللہ سے ڈرے"۔ تاہم قیدی حق زوجیت کے متعلق کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں ذیل میں فقہاء کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔

پہلی رائے:

اس کے مطابق قیدی کو بیوی سے ملنے کی اجازت ہو گی، بشرطیکہ قید خانہ کے اندر ایسی جگہ موجود ہو، جو آپس میں پردے کے ساتھ خلوت کر سکتے ہو ورنہ منع کیا جائے گا کیونکہ پیٹ کی شہوت کی طرح شرمگاہ کی بھوک بھی ایک ضرورت ہوتی ہے، اس لیے اس ضرورت سے اس کو نہیں روکا جائے گا۔ یہ رائے اکثر حنفیہ اور حنابلۃ کے مذہب کا ہے۔ بعض شوافع کا بھی یہی قول ہے[46] بلکہ حنابلہ اور شوافع نے تو اس حد تک کہا ہیں کہ اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہو تو ان کے درمیان عدل کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنی اپنی باری پر بلائیں، کیونکہ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کرنا واجب ہے۔ تو معاشرت میں بھی ضروری ہے۔ یہ علماء اپنی رائے کی تائید اس آیت سے کرتے ہیں "وَعَاشِرُوْ هنبِالْمَعْرُوْفِ[47] ترجمہ:"اور ان کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو"۔

تو بیویوں میں سے کسی ایک کی طرف جھکاؤ یا میلان معروف طریقہ نہیں ہے[48] بلکہ ہر ایک کے ساتھ قید خانہ کے اندر اپنی باری پر ملے اور یہ جائز نہیں کہ ایک کو بلائیں اور دوسروں کو نہیں اور عورتوں کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ حاضری دیں[49] اگر بیوی کسی جرم کی پاداش میں قید میں ہے تو پھر بھی یہی حکم ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ولهن مثل الذي عليهن بالمعرف[50] **ترجمہ:**"اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے مردوں کو ان پر حاصل ہیں"۔

اگر میاں بیوی میں سے ایک قید میں ہو لیکن ان کو ملنے کا موقع نہ دیا جائے، تو قید میں رکھے ہوئے کو تو جرم کا سزا ملتا ہے لیکن نہ ملنے کا سزا دوسرے کو کاٹنا پڑتا ہے، اور ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرے کو نہ اٹھانے کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے: ولا تزروازرۃ وزراخری[51] **ترجمہ:**"یعنی یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا"۔

دوسری رائے:

[43]۔ سورۃ النساء:3

[44]۔ صحیح بخاری، ج3، ص26

[45]۔ صہیب، الجامع الصحیح للسنن والمسانید، ج34، ص358

[46]۔ ابن الہمام، فتح القدیر، ج5، ص471

[47]۔ سورۃ النساء:19

[48]۔ ابن قدامہ، ج7، ص27

[49]۔ ایضا۔۔۔۔۔۔ص34۔35

[50]۔ سورۃ البقرۃ:228

[51]۔ سورۃ النجم:38

دوسری رائے کے مطابق بیوی سے تنہائی میں ملنے کی اجازت نہیں ہوگی، اس لیے کہ جنسی تعلقات کھانے کی طرح حوائج اصلیہ میں شامل نہیں اور یہ بھی کہ اس طرح کی لذتوں سے روکنے سے قیدی کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے اصلاح کی طرف زیادہ تیزی سے توجہ دے گا کیونکہ قید کا مقصد قیدی کے دل کو اکتاہٹ اور زجر دینا ہے۔ جب اسے ان لذتوں کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے تو قید کا مقصد نہیں رہا۔ یہ مذہب مالکیہ، بعض حنفیہ اور شوافع کا بھی ہے[52]۔ مالکیہ اور زیدیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر قیدی اپنی بیوی کے حق کی وجہ سے قید میں تھا اور ایسی جگہ بھی ہو جس میں خلوت ہو سکے تو اپنی بیوی کے ساتھ ملنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ جب بھی بیوی چاہئے وہ قید سے رہا کر سکتا ہے۔ تو اسی وجہ سے ملنے کے حق کو ضائع نہیں کیا جا سکتا[53]

تیسری رائے:

بعض شوافع کی رائے ہے کہ یہ بھی حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے۔ اگر وہ مصلحت سمجھے تو اجازت دے ورنہ نہیں کیونکہ قیدی کا بیوی سے ملنے کا حق شریعت نے اس کو دیا ہے۔ اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ قاضی کے صوابدید پر ہے۔ جس وقت قاضی قیدی کو دوست واحباب سے ملاقات، بات چیت سے منع کرنے یا قید خانہ کے دروازہ کو تالا لگانے وغیرہ میں مصلحت دیکھے تو یہ کر سکتا ہے ورنہ نہیں[54] اصل میں ملنے کے حقوق زوجین کے درمیان مشترک اور شریعت کے جائز مقاصد میں سے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہ ایک تو اجازت ملی دوسرا یہ کہ قیدی ہر قسم جنسی اور تمام نفسیاتی غلط کاموں سے محفوظ رہے گا اور ہر اس عمل سے اجتناب کا سبب بنے گا جو محرمات کی طرف لے جاتا ہے۔ لیکن جب قاضی وقت اس کی ممانعت میں مصلحت دیکھے تو سزا چونکہ تعزیری ہے، لہذا مصلحت کو ترجیح دینا ہوگا اور قاضی کے صوابدید پر چھوڑا جائے گا۔

اخلاقی امور کا حق:

قیدیوں کو اچھے اخلاق سے مزین کرنے اور دوسرے قیدیوں کے برے اخلاق وعادات سے بچنے اور قید کے اندر ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھنے کا حق حاصل ہوگا، اس لیے مردوں کو الگ اور عورتوں کو الگ قید خانے میں رکھا جائے گا۔ اسی طرح بالغ اور نابالغ قیدیوں کے لیے الگ الگ قید خانے ہونگے۔ یعنی الگ الگ زمرہ بندی کی جائے گی۔ عادی اور سنگین جرائم کے مجرموں سے غیر عادی اور معمولی قسم کے جرم میں گرفتار لوگوں کو الگ رکھا جائے گا تاکہ باقی قیدیوں کو عادی مجرموں کے برے اخلاق اور صحبت سے بچایا جا سکے۔ فقہاء نے جرائم کے لحاظ سے الگ الگ قید خانہ یا قید خانہ میں الگ الگ حصے بنانے کی تجویز دی ہے، امام ابویوسفؒ[55] نے مجرموں کو بنیادی طور پر تین حصوں میں منقسم کیا ہے۔

1- وہ مجرم جن کے برے افعال کا تعلق اخلاقی مفاسد سے ہو جن کو اہلِ فجور کہتے ہیں۔

2- ایسے مجرم جو چوری یا اس جیسے دوسرے جرائم میں ملوث ہو جسے اہلِ تلصص کہتے ہیں۔

3۔ ظلم وزیادتی کرنے والے مجرم جن کو فقہاء کی اصطلاح میں اہلِ جنایات کہتے ہیں۔

بعض دیگر فقہاء کے یہاں کچھ اور قسم کے تقسیم بھی ملتی ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ قیدیوں میں جرائم پھیلنے سے روکا جائے، اس لیے کہ جرائم کا رجحان بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے اور ایک طرح کا مجرم دوسری طرح کے مجرم سے بہت جلد متاثر ہونے لگتا ہے، لیکن اگر ہر قسم کے مجرمین الگ الگ ہوں، تو دوسرے جرائم سے ان کے محفوظ رہنے کا زیادہ امکان ہے۔[56] اسی طرح اخلاقی مفاسد سے بچنے کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ مردوں اور عورتوں کو الگ الگ رکھا جائے، تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے، بلکہ عورتوں کے حصے کا نگراں افسر بھی کسی عورت ہی کو رہنا چاہئے، اگر اس قسم کی عورت میسر نہ ہو تو صلاح وتقویٰ میں معروف شخص کا انتخاب ہونا چاہئے[57]

---

[52]۔ دردیر، الشرح الکبیر، ج3، ص281

[53]۔ مرتضی، البحر الزخار، مطبع السعادة، ج5، ص139

[54]۔ قلیوبی، حاشیۃ القلیوبی، ج2، ص392

[55]۔ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج7، ص469

[56]۔ موسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ، ج16، ص319

[57]۔ ایضا۔۔۔۔۔۔۔ ص317

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

کبھی بالغوں کے ساتھ نابالغ لڑکے بھی بعض جرائم میں شریک ہو جاتے ہیں، ایسے نابالغ لڑکوں کی قید کے بارے میں مالکیہ اور شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ صرف تادیبی کاروائی کی جائے گی۔ انہیں قید میں نہیں ڈالا جائے گا خواہ مالی معاملہ ہو یا غیر مالی، لیکن فقہاء حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ مالی اور غیر مالی دونوں قسم کے جرائم میں نابالغ لڑکوں کو محض تادیب و تنبیہ کے لیے، نہ کہ سزا کے طور پر قید میں ڈالنے کی اجازت ہے تاکہ عام لوگ ان کے ضرر سے محفوظ رہیں اور ان بچوں کی تنبیہ بھی ہو۔ البتہ ایسی صورت میں فقہاء نے لازم قرار دیا ہے کہ ان کو بالغوں سے الگ ایسی جگہ پر رکھا جائے جہاں ان کا کوئی مناسب رہنما اور مربی موجود ہو تاکہ وہ بالغوں کے شر سے ممکن طور پر محفوظ رہ سکیں۔

خلاصہ بحث

اسلامی شریعت میں قید کا مقصد صرف سزا دینا نہیں بلکہ مجرم کی اصلاح، تربیت اور معاشرے کو نقصان سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس لیے قیدی کی آزادی محدود ہونے کے باوجود اس کی انسانی عزت، جان، صحت اور بنیادی حقوق برقرار رہتے ہیں۔ فقہائے اسلام نے واضح کیا ہے کہ قیدی کے ساتھ توہین آمیز، ظالمانہ یا غیر انسانی سلوک، بھوکا پیاسا رکھنا، گالی دینا یا اس کی بے عزتی کرنا جائز نہیں۔ حکومت پر لازم ہے کہ قیدی کو مناسب خوراک، لباس، رہائش، علاج اور تحفظ فراہم کرے۔ سماجی حقوق کے حوالے سے اصل اصول یہ ہے کہ قیدی کو اپنے اہلِ خانہ، رشتہ داروں اور ضرورت کے مطابق دوستوں سے ملاقات اور مشاورت کی اجازت دی جائے، البتہ ملاقات اتنی ہو کہ قید کے مقصد میں خلل نہ آئے۔ فقہائے احناف اور دیگر اہلِ علم نے اس کی اجازت دی ہے، تاہم اگر کسی خطرناک مجرم کے بارے میں مصلحت کا تقاضا ہو تو قاضی یا حاکم ملاقات، تنہائی یا دیگر سہولیات پر پابندی لگا سکتا ہے۔

تعلیم و تربیت اسلام کے نزدیک اصلاح کا بنیادی ذریعہ ہے۔ اسی لیے قیدیوں کو تعلیم حاصل کرنے، ہنر سیکھنے اور مفید علمی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلیفون اور دیگر ذرائع ابلاغ کے بارے میں فقہاء اور معاصر علماء کی دو آراء ہیں: ایک رائے کے مطابق یہ سہولیات قید کے مقصد کو کمزور کرتی ہیں، جبکہ دوسری رائے کے مطابق ان سے قیدی کا معاشرے سے تعلق برقرار رہتا ہے، اس کی ذہنی اصلاح ہوتی ہے اور رہائی کے بعد معاشرے میں واپسی آسان ہوتی ہے۔ اس لیے ضرورت کے مطابق اور نگرانی کے تحت ان کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ قیدی کو اپنے مقدمات کے سلسلے میں وکیل سے ملاقات، قانونی مشورہ لینے اور عدالت میں اپنا دفاع کرنے کا مکمل حق حاصل ہے۔ اسی طرح قید خانہ کے اندر نماز باجماعت، جمعہ، عیدین اور دیگر دینی شعائر کی ادائیگی، مناسب تفریح، ورزش اور تازہ ہوا میں وقت گزارنے کی بھی اجازت ہونی چاہیے، کیونکہ یہ جسمانی اور ذہنی صحت کے لیے ضروری ہیں۔

اسلام قیدی کو معاشرے سے مکمل طور پر کاٹنے کے بجائے اس کے خاندانی اور سماجی روابط برقرار رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ تاریخ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسے واقعات اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ قیدیوں کو ملاقات، مشاورت اور خط و کتابت کی اجازت دی جاتی تھی۔ اسی طرح مفید ذرائع ابلاغ اور اصلاحی پروگراموں سے فائدہ اٹھانے کی بھی گنجائش موجود ہے۔ حقِ زوجیت کے بارے میں فقہاء کے تین اقوال ملتے ہیں۔ جمہور حنفیہ، حنابلہ اور بعض شوافع کے نزدیک مناسب انتظام کی صورت میں قیدی کو اپنی بیوی سے خلوت کی اجازت دی جاسکتی ہے، جبکہ مالکیہ اور بعض دیگر فقہاء اسے قید کے مقصد کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بعض علماء نے اس معاملے کو حاکم کی صوابدید اور مصلحت پر موقوف قرار دیا ہے۔ اخلاقی اصلاح کے لیے اسلام مرد و عورت، بالغ و نابالغ اور مختلف نوعیت کے جرائم میں ملوث قیدیوں کو الگ رکھنے کی ہدایت دیتا ہے تاکہ معمولی مجرم سنگین جرائم پیشہ افراد کی بری صحبت سے محفوظ رہیں۔ نابالغ قیدیوں کے لیے الگ اصلاحی ماحول، مناسب تربیت اور نگرانی کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں قید کا مقصد انتقام نہیں بلکہ اصلاح، تربیت اور معاشرے کا تحفظ ہے۔ اسی لیے قیدی کو انسانی وقار، سماجی تعلقات، دینی آزادی، تعلیم، علاج، قانونی دفاع اور اخلاقی تحفظ جیسے بنیادی حقوق حاصل رہتے ہیں، البتہ ان حقوق کے استعمال میں قید کے مقاصد، امن عامہ اور مصلحتِ عامہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر-بیروت، 1413ھ / 1992ء، ج5، ص377
2. تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ، دار القلم، دمشق، 1413ھ / 1992ء، ج2، ص44۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

3. سرخسی، ابو بکر، محمد بن احمد بن ابی سہل، المبسوط، دار المعرفۃ—بیروت، 1414ھ /1993ء، ج20، ص90
4. شئون الاسلامیۃ، وزارۃ الاوقاف، الکویت، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، 1427ھ /2006ء، ج16، ص324
5. فتاوی ہندیہ، ج3، ص416
6. ابن الہمام، فتح القدیر، ، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، دار الفکر، بیروت ، 1415ھ /1994ء، ج7، ص278
7. اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا، قیدیوں کے حقوق، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، انڈیا، 1431ھ /2010ء، ص586، 595
8. زیلعی، ابو عثمان بن علی بن محجن، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، المطبعۃ الکبری الامیریہ، بولاق - قاہرۃ، 1413ھ /1992ء، ج4، ص182
9. اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا، قیدیوں کے حقوق، ص75
10. طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیہ، قاہرۃ، 1415ھ /1994ء، ج22، ص393
11. کاسانی، ابو بکر علاء الدین بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، المطبعۃ الجمالیہ۔ مصر، 1406ھ /1986ء، ج7، ص174
12. مجموعۃ قواعد الحد الادنی لمعاملۃ المسجونین؛ معاہدات جنیوا، 1957، طبع المنظمۃ الدولیۃ العربیۃ۔ قاہرہ، 1385ھ /1965ء، شق75
13. خلاصۃ الفتاوی، ج4، ص386 / خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ، ج4، ص194
14. دردیر والدسوقی، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر، عیسی الباب الحلبی، قاہرہ، 1385ھ /1965ء، ج3، ص405، 408، 411
15. رملی، محمد بن احمد، حاشیتہ علی اسنی المطالب للانصاری، دار الکتاب الاسلامی، بیروت 1431ھ /2010ء، ج2، ص189
16. ابن الاثیر، علی بن محمد الشیبانی الجزری، الکامل فی التاریخ، دار الکتاب العربی، بیروت، 1412ھ /1992ء، ج4، ص115
17. طبری، ابو جعفر، محمد بن جریر، جامع البیان فی تأویل القرآن (تفسیر طبری)، دار الفکر، بیروت، 1398ھ /1978ء، ج12، ص128
18. ابو غدہ، الدکتور حسن، احکام السجن و معاملۃ السجناء فی الاسلام، مکتبۃ المنار، حولی۔ کویت، 1407ھ /1987ء، ص47
19. الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج5، ص114
20. الزرکلی، الاعلام، ج5، ص50
21. صنعانی، عبد الرزاق بن ہمام، المصنف، المکتبہ الاسلامی۔ بیروت، لبنان، 1390ھ /1970ء، ج10، ص118
22. جہشیاری، محمد محمد بن عبدوس، الوزار والکتاب، مطبعۃ الباب الحلبی، قاہرۃ۔ مصر، 1400ھ /1980ء، ص245
23. ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، البدایہ والنہایہ، عیسی البابی الحلبی۔ قاہرہ، 1397ھ /1977ء، ج14، ص48
24. العبدۃ، محمد العبدۃ، رسائل ابن تیمیۃ من السجن، طبعۃ الثالثہ۔ ریاض سعودیۃ، 1983ھ /1403ء، ص1
25. نیازی، لیاقت علی خان، ڈاکٹر، اسلام کا قانونِ صحافت، بک ٹاک، ٹمپل روڈ لاہور، 1415ھ /1995ء
26. سورۃ النحل:125
27. سورۃ آل عمران:104
28. سورۃ الحجرت:10
29. صحیح بخاری، ج6، ص3
30. زینی، عبد السلام، اسلامی صحافت، مرکزی مکتبہ اسلامی، نئی دہلی، 1410ھ /1990ء
31. سورۃ الذریات:49
32. سورۃ اللیل:3
33. سورۃ الزمر:6
34. سورۃ النور:43
35. سورۃ النساء:3

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

36. صہیب، عبد الجبار: الجامع الصحیح للسنن والمسانید، ج34، ص358،

37. ابن الہمام، فتح القدیر، ج5، ص471؛ ابن قدامہ، المغنی، ج7، ص34-35

38. سورۃ النساء:19

39. ابن قدامہ، ج7، ص27

40. سورۃ البقرۃ:228

41. سورۃ النجم:38

42. ابن فرحون، تبصرۃ الحکام، ص2، ص205

43. مرتضی، احمد بن یحی، البحر الزخار، مطبع السعادۃ۔ قاہرۃ، 1369ھ / 1949ء، ج5، ص139؛ دردیر، الشرح الکبیر، ج3، ص281